ربی زبان وادب

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

جمع وترتیب: مولانا ولی خان المظفر

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی ہمہ جہتی عبقریت وکمال کی شخصیت تھی، لیکن عربی زبان سے انہیں جو لگاؤ، محبت اور شغف تھا، وہ ان کی تحریر وتقریر کا نمایاں حصہ تھا، ماہنامہ بینات کراچی میں بصائر وعبر کے عنوان سے جو شاہکار اداریے انہوں نے تحریر فرمائے ہیں، وہ کتابی شکل میں دو ضخیم جلدوں میں دستیاب ہیں، جن کا مطالعہ بطورِ خاص اہلِ قلم علماء کے لئے از حد ضروری ہے۔ میں نے بار باران اداریوں کو پڑھا، جہاں جہاں حضرت نے عربی زبان وادب کو موضوعِ سخن بنایا، ان مقامات کو اقتباسات کے طور پر میں نے جمع کر کے پیش کرنے کی کوشش کی۔

علامہ طنطاوی کی تفسیرِ جواہر القرآن پر تبصرہ: تقریباً انتیس سال پہلے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۷ء کے اوائل میں مصر جانے کا اتفاق ہوا تھا اور قاہرہ کے ایک دینی ہفتہ وار مجلۃ "الاسلام" کے دفتر میں اپنے رفیق مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری کی معیت میں بسلسلہ اشاعتِ مضامین جانا ہوا تھا، وہیں مجلّہ الاسلام کے دفتر میں مصر کے ایک مشہور عالم اور مفسرِ قرآن شیخ جوہری طنطاوی مرحوم سے تعارف اور ملاقات کا موقع ملا، وہ بھی اس مجلّہ میں کوئی مضمون شائع کرانے کی غرض سے تشریف لائے تھے، تعارف کے بعد علامہ موصوف نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا میں نے ان کی تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ جی ہاں اس قدر مطالعہ کیا ہے جس سے اس کے متعلق رائے قائم کر سکا ہوں کہ وہ کیسی تفسیر ہے، علامہ نے فرمایا کہ میں وہ رائے سننا چاہتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ علامہ کشمیری کے مشکلات القرآن کے مقدمہ میں آپ کے تفسیر کے متعلق مختصر طور پر اپنی رائے دے چکا ہوں، وہ مختصر سی رائے تھی، اگر آپ اجازت دیں تو اب ذرا تفصیل سے عرض کروں، فرمایا بہت خوشی سے، اس کے بعد میں نے عرض کیا:

آپ نے علماء امت پر یہ تو بڑا احسان کیا کہ علوم جدیدہ خصوصاً طبعیات وفلکیات وہیئت وغیرہ کو جو یورپ کی زبانوں میں تھے اور علماء ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے فصیح وبلیغ عربی میں منتقل کر دیا اور اس سے ہمارے لئے استفادہ

کی راہیں کھل گئیں، اس احسان کے ہم سب ممنون ہیں لیکن قرآنی دعوت کو آپ نے جس انداز سے بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان قرآنی حقائق کو سمجھنے میں انتہائی تقصیر کی ہے اور یورپ کی قوموں نے ان کو خوب سمجھا ہے اور انہیں نے صحیح طور پر ان پر عمل کیا اور پورا فائدہ اٹھایا ہے، یورپین اقوام کی ترقی وتقدم اور مسلمانوں کی پستی وتأخر کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، اگر آپ کے اس بیان کو بلا تاویل صحیح مان لیا جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ عملی تصقیر خود اس مقدس شخصیت سے ہوئی (معاذ اللہ) جس پر قرآن کریم نازل ہوا تھا جو سب سے زیادہ قرآنی حقائق کی عالم تھی اور اس کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے بھی یہی تقصیر کی (معاذ اللہ) اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام سے زیادہ قرآنِ کریم پر صحیح عمل کرنے والی قوم روئے زمین پر پیدا نہیں ہوئی، لیکن آپ کے بیان کے مطابق حضراتِ صحابہ کی یہی قوم سب سے زیادہ مقصر (کوتاہی کرنے والی) ہوگی۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو قوم ان حقائق کونیہ کو زیادہ جانے گی اللہ تعالیٰ کی معرفت کے میدان میں وہی قوم گوئے سبقت لے جائے گی گویا یورپ کا ایک سائنسدان آپ کے فرمانے کے مطابق صحابہ کرام اور عارفین امت سے زیادہ أعرف باللہ ہوگا اور ایک یورپین کا فرو فاسق سائنس دان آپ کے نزدیک سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے زیادہ ہوگا۔

پھر آپ قرآنی آیات سے بسا اوقات ایسے طرز پر استدلال کرتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی شانِ رفیع اس واہی اور کمزور استدلال سے بہت اعلیٰ وارفع ہوتی ہے، مثال کے طور پر میں نے سورۂ آل عمران کی تفسیر میں ایک موقعہ پر علامہ موصوف کے ایک استدلال کا حوالہ دیا جس میں موصوف نے فوٹو کے جواز پر استدلال کیا تھا میں نے اس کی کمزوری اور اس کے رکیک انداز کو اچھی طرح واضح کیا۔''

علامہ طنطاوی مرحوم بڑے غور سے میری سنتے رہے اور اس کے بعد ان کا جواب دینا شروع کیا اور میں موصوف کی ان جوابی وضاحتوں کا ردو اعتراض اور جواب در جواب دیتا رہا، عجیب بات یہ تھی کہ مرحوم کوئی مؤثر اور وزنی بات نہیں فرما سکے اور اس سے زیادہ عجیب اتفاق یہ تھا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس طرح کھولا اور زبان و بیان میں ایسی طاقت وروانی عطا فرمائی جو میں نے اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی اور اس کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ گرمیء بحث کے دوران علامہ طنطاوی مرحوم نے بے ساختہ فرمایا: ماأنت عالم هندی انما انت ملك نزل من السماء لا صلاحی !! تم محض ایک ہندی عالم نہیں بلکہ درحقیقت فرشتہ ہو جو آسمان سے میری اصلاح کیلئے اترا ہے۔

اور بحث کے درمیان کبھی کبھی کانوں پر ہاتھ رکھ کر بہت ہی تعجب کے لہجہ میں فرماتے :الآن افهم منك معنى هذا الحديث ! اس وقت میں تم سے اس حدیث کے معنی سمجھا ہوں۔

یہ اعتراف علامہ مرحوم کا حسنِ اخلاق تھا اور اس طرف یہ میرا کوئی کمال نہ تھا بلکہ اس جماعت کی برکت تھی

جس کی طرف میرا انتساب تھا اور ان اکابر کی کرامت تھی جن کے جوتے میں نے اٹھائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسوا نہیں فرمایا اور میرے جہل و نادانی سے میرے اکابر بدنام نہیں ہوئے۔ (بصائر وعبر ۱/ ۳۶-۳۸)

عربی زبان اور اس کی اہمیت: ''عربی زبان کی دینی اہمیت تو ظاہر ہے کہ اسلام کا بنیادی پیغام ''قرآن حکیم'' تمام عالم کے لئے حق تعالیٰ کا آخری پیغام ہے، وہ عربی زبان میں ہے، دینِ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں توحید و نبوت کے بعد ''نماز'' جو عمادِ دین ہے اس کے تمام ارکان قراتِ قرآن اذکار وادعیہ یعنی پوری نماز اول سے آخر تک عربی میں ہے۔ عیدین و جمعہ کے خطبے عربی زبان میں ہیں۔ حضرت رسالت پناہ "فداہ ابی وامی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم" کی تمام تعلیمات وارشادات کا عظیم الشان ذخیرہ یعنی احادیث عربی میں ہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نسبتاً عربی قریشی ہاشمی ہے، بعض روایت میں عربی زبان سے محبت کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ''میں بھی عربی اللسان ہوں، قرآن بھی عربی میں ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہے''۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو اذکار اور دعائیں تلقین فرمائی ہیں جو بجائے خود عجیب و غریب دعائیں ہیں جن میں دین و دنیا کی کوئی ضرورت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق دعا ارشاد نہ فرمائی گئی ہو بلکہ دعاؤں کی جامعیت دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے، کوئی بڑے سے بڑا عاقل انسان بھی اس جامعیت کا تصور تک نہیں کرسکتا، جس سے ان کا الہامی ہونا ظاہر ہے اور نبوت کے اعجاز کی مستقل دلیل ہے یہ سب کچھ عربی زبان میں ہے، بزرگانِ دین، صحابہ کرام وتابعینِ عظام سے لے کر جنید و شبلی تک پھر شیخ عبدالقادر جیلانی اور صاحبِ حزب البحر و صاحبِ دلائل الخیرات وغیرہ بقیہ بزرگانِ دین کی دعائیں اذکار اور درود شریف سب عربی زبان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے ننانوے مبارک نام بھی عربی میں ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام بھی عربی میں ہیں، غرض کیا کیا چیزیں گنوائی جائیں، خلاصہ یہ کہ پورا دین اور دین کے ہر ایک جز کا عربی زبان سے تعلق ہے، اس لحاظ سے ایک مسلمان کا بحیثیتِ دین جتنا تعلق بھی عربی زبان سے ہو بجا ہے، دنیاوی اور سیاسی حیثیت سے بھی اس کی اہمیت بالکل واضح ہے، تمام عرب ممالک حجازِ مقدس، مکہ، مدینہ، لبنان، شام، مصر، طرابلس، الجزائر، تیونس، مراکش، بحرین، کویت وغیرہ وغیرہ چھوٹی بڑی بیسیوں ریاستیں عربی قوموں کی ہیں، عربی ممالک ہیں، ان سے تعلقات قائم رکھنے کے لئے اور ان میں اسلامی نفوذ پیدا کرنے کے لئے عربی زبان کی کتنی شدید ضرورت ہے۔ ان ممالک میں جو عربی لٹریچر دینی اور سیاسی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو رہی ہیں، رسائل واخبارات کا تو ٹھکانہ ہی نہیں، ان ممالک کو معلموں کی ضرورت ہے، انجینئروں کی حاجت ہے، ڈاکٹروں کی ضرورت ہے؟ ان ممالک میں تجارت کے ذرائع پیدا کرتے کے کارخانے قائم کرنا، ان ممالک میں عربی زبان میں اپنے سیاسی مقاصد و مفادات کی اشاعت کرنا انتہائی اہم وقتی تقاضے ہیں، ان سب کے لئے عربی زبان کی کتنی شدید ضرورت ہے، علاوہ ازیں ان ممالکِ عربیہ میں دنیا کی ثروت و دولت کا جو سیلاب آیا ہے اس سے بقیہ غیر عربی ممالکِ اسلامیہ کو مستفید ہونے کے لئے بھی

عربی زبان کی کتنی اہمیت ہے، مشرقی دنیا میں انڈونیشیا جو مسلمانوں کی بڑی حکومت ہے، وہاں عربی کو سرکاری زبان حیثیت حاصل ہے، اسی لئے امام شافعی کے مذہب میں تو کچھ نہ کچھ عربی سیکھنا فرضِ عین کا درجہ رکھتا ہے، بقیہ اماموں مالک وابوحنیفہ واحمد بن حنبل کے نزدیک بھی عربی سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، ادبی حیثیت سے بھی عربی کی خصوصیات بے حد لطیف مگر تفصیل طلب ہیں، کاش ہمارے ملک میں ہماری یونیورسٹیوں، کالجوں، اسکولوں اور ان کے اربابِ اقتدار کو اس طرف توجہ ہو جائے اور اس کی اہمیت محسوس کرنے لگیں۔

ہمارے اسلافِ کرام کے علمی وفنی ذخائرعلوم ومعارف کی حیرت انگیز ذخیرے تمام کے تمام عربی زبان میں ہیں۔ عالمِ اسلام اور عالمِ عربی کے اتحاد کے لئے عربی زبان ایک قومی رابطہ ثابت ہوسکتی ہے، ہمارے حکمران دین کے لئے انہیں اپنی سیاسی ودنیوی اغراض کے لئے ہی عربی زبان پر توجہ دیتے تو آج پاکستان اور عالمِ اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ عربی زبان کی عظمت واہمیت دینی سیاسی ادبی ہر جہت سے مسلم ہے، ہم سے تقاضا ہو رہا ہے کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ) کی طرف سے کوئی عربی پرچہ بھی جاری کیا جائے۔ بہت کچھ سوچا لیکن ہماری دینی درسگاہوں کی کم ذوقی وغفلت، ہمارے طلبہ وعلماء کی بے حسی اور عربی زبان سے بے رغبتی یا عدمِ مہارت اس کی اجازت نہیں دیتی تاہم فی الوقت یہ ارادہ کرلیا ہے کہ بینات میں چار پانچ صفحے عربی مضامین کے لئے مخصوص کئے جائیں لیکن ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو، تاکہ عربی اور ادبی ذوق کے مالک حضرات عربی سے لطف اندوز ہوں اور عام قارئینِ کرام اس کے ترجمہ سے محظوظ ہوں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ [بینات عربی زبان میں ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید کے دور سے شائع ہو رہا ہے]۔ (بصائر وعبر: ۱/۲۹۶)۔

(جاری ہے……

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جود وکرم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو کبھی رد نہ فرماتے، زبانِ مبارک پر حرفِ انکار نہ لاتے۔ اگرچہ کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا۔ سائل سے عذر کرتے، گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

ایک شخص نے آکر سوال کیا، فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو۔ میں پھر اسے اتار دوں گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ اللہ نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ ایک انصاری صحابی نے کہا: یارسول اللہ! جواب دیجئے۔ رب العرش مالک ہے، تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آشکار ہوگئے، فرمایا: ''ہاں! مجھے یہی حکم ملا ہے''۔

(مراسلہ: ابوالفضل الطالقانی)